مادری زبان، پس منظر و پیش منظر

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

زبان وہ ذریعہ ہے، جس سے ایک انسان اپنے احساسات، خیالات اور اپنے جذبات دوسرے انسان تک منتقل کرتا ہے، زبان انسان کے اندر کی نمائندگی کرتی ہے، یہ مافی الضمیر کے اظہار کا ایک وقیع ذریعہ ہے، زبان کے ذریعے انسان اپنی حاجات اور اپنی ضروریات کا بھی اظہار کرتا ہے، انسانی معاشروں میں بولی جانے والی زبانیں باہمی ربط و تعلق کی بنیاد ہوتی ہیں، کسی انسان کے پاس یہ طاقت نہیں کہ وہ دوسرے انسان کے اندر جھانک کر اس کا اندازہ لگا سکے، یہ زبان ہی ہے جس کے الفاظ انسانوں کو دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

انسان کی پہلی زبان "رونا" ہے، ماں کے پیٹ سے جنم لے کر وہ سب سے پہلے روتا ہے اور اپنی ضروریات کا رو رو کر اظہار کرتا ہے، اسی رونے میں اس کی بھوک پوشیدہ ہوتی ہے، اسی رونے سے اس کی پیاس ہویدا ہوتی ہے، اسی رونے سے وہ اپنی تکلیف اور درد کا احساس دلاتا ہے اور اسی رونے سے ہی وہ سو کر جاگنے کا اعلان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس بچے کی سب سے ابتدائی زبان اس کی ماں ہی سمجھ پاتی ہے، حالانکہ رونے کے کوئی الفاظ نہیں ہوتے، رونے کی کوئی تراکیب نہیں ہوتیں اور رونے کے کوئی اصول و قواعد بھی نہیں ہوتے، لیکن پھر بھی یہ ایسی زبان ہے، جسے بچے کی ماں آسانی سے سمجھ جاتی ہے، بہت تجربہ کار ڈاکٹر اور طبیب بھی بچے کی جس کیفیت کو نہ سمجھ سکے، ماں اس کا بخوبی ادراک کر لیتی ہے۔

بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ، اس کا سب سے پہلا تعلیمی ادارہ ماں کی گود ہوتی ہے، ماں کی گود کے اثرات بچے کے ذہن پر ایسے نقش ہو کر پختہ ہو جاتے ہیں، جیسے پتھر پر کوئی تحریر، یہ اولین تعلیمی ادارہ بچے کو جس طرح بھی موڑنا چاہے، بچہ اسی طرف ہی مڑتا چلا جاتا ہے، اسی لئے ہمیشہ یاد رکھے جانے والے سبق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ انہیں ماں نے دودھ میں پلایا ہے، جیسے امریکی بچوں کو اسامہ کا خوف دلا کر مائیں اپنا دودھ میں پلاتی ہیں اور اسرائیلی ماؤں نے حماس کا خوف دلا کر یہودی بچوں کو دودھ پلایا ہے وغیرہ، مادری زبان بھی اسی طرح کا پڑھایا ہوا سبق ہوتا ہے۔

ماں کی گود میں بچہ جو زبان سیکھتا ہے، وہ ماں کی نسبت سے مادری زبان کہلاتی ہے۔ ''مادر'' فارسی میں ''ماں'' کو کہتے ہیں، زبان سیکھنا ایک طویل مرحلے کا مرہون منت ہوتا ہے، کوئی زبان، اس کے قواعد، اس کی لغت اور اس کے دیگر اسرار و رموز کا سیکھنا ایک تھکا دینے والا کام ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ بچہ ماں کی گود میں زبان کے ان سب امور پر یوں دسترس حاصل کر لیتا ہے کہ ساری عمر کے لئے وہ نہ صرف اس زبان کا ماہر بن جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو اس زبان کے مصدر تک کی اہمیت حاصل کر لیتا ہے، خاص طور پر ایسے علاقے جہاں کی زبان خالص ہوتی ہے اور دیگر زبانوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر وہ زبان اپنا آپ گم نہیں کر بیٹھتی تو ایسے علاقوں میں تو مادری زبان کا واحد و قیع و مستند ذریعہ ماں کی گود اور روٹیاں پکانے والے چولہے کے گرد بچوں کا جمگھٹا ہوتا ہے، جہاں وہ زبان اپنا ارتقائی سفر طے کر رہی ہوتی ہے۔

مادری زبان صرف بولنے تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ اس کے پس منظر میں اس علاقے کا، اس تہذیب کا، اس ثقافت کا اور ان کی روایات کا عظیم اور صدیوں پر محیط ورثہ بھی موجود ہوتا ہے، زبان دراصل کسی بھی تہذیب کا سب سے بڑا اظہار ہوتی ہے، مادری زبان میں ہی بچے کو ایک نسل اپنا ماضی منتقل کر رہی ہوتی ہے اور مادری زبان میں ہی ایک نسل اپنے ثقافتی مستقبل کی تعمیر کر رہی ہوتی ہے، مادری زبان کے محاورے بچے کے مزاج کا پتہ دیتے ہیں، مادری زبان کی تراکیب انسان کی زبان کے علاقائی پس منظر کا اندازہ لگانے میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔

مادری زبان کے معاملے میں کتنی احتیاط برتی جاتی ہے، اس کا اندازہ ہمیں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات سے بخوبی ہوتا ہے، یہ ایک معاشرتی انسانی حقیقت ہے کہ دیہات کی زبان، دیہات کا لہجہ اور دیہات میں استعمال ہونے والے کسی زبان کے محاورے اور تراکیب شہروں کی نسبت بہت عمدہ اور خالص ہوا کرتے ہیں، عرب قبائل اپنے بچوں کی زبان کی حفاظت کے لئے انہیں ابتدائی عمر میں ہی دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے، اس طرح بچوں کی مادری زبان میں ہونے والی پرورش ان کی زبان کے پس منظر میں ان کی روایتی و ثقافتی اقدار کی حفاظت کی ضامن ہو جاتی تھی، کیونکہ مادری زبان صرف بولنے تک تو محدود نہیں ہوتی، اس کے اثرات انسانی رویوں میں واضح طور پر اثر پذیر ہوتے ہیں، شاید انہیں مقاصد کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش بھی بنو اسد کے دیہاتی ماحول میں ہوئی۔

دنیا بھر میں ابتدائی تعلیم مادری زبان میں دیئے جانے کا انتظام ہوتا ہے، کیونکہ بچے کے ذہن میں راسخ الفاظ اس کے اور نظام تعلیم کے درمیان تفہیم کا تعلق پیدا کر دیتے ہیں، مادری زبان میں تعلیم سے بچے بہت جلدی نئی باتوں کو سمجھ جاتے ہیں، انہیں ہضم کر لیتے ہیں اور پوچھنے پر بہت روانی سے سنا دیتے ہیں، مادری زبان میں دی جانے والی تعلیم بچوں کی تعلیمی صحت پر خوشگوار اثرات مرتب کرتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ خوشی خوشی تعلیمی ادارے میں بھاگتے ہوئے آتے ہیں اور چھٹی کے بعد اگلے دن کا بے چینی سے انتظار کرتے ہیں۔

وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بہت سی مادری زبانیں ہیں، جنہیں علاقائی زبانیں بھی کہا جا سکتا ہے، لیکن

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت کم علاقوں میں ان زبانوں کی سرپرستی کی جاتی ہے، پاکستان کا تعلیمی نظام، عدالتی نظام اور دفتری نظام سب کا سب بدیسی انگریزی زبان میں ہے، بعض اوقات تو اس غیر ضروری حد تک انگریزی زبان کو استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر انگریز بھی ہوتے تو شرما جاتے، سوال یہ ہے کہ کیا ہم ابھی آزاد نہیں ہوئے؟

چین کے انقلابی راہنما ماؤزے تنگ بہت اچھی انگریزی جانتے تھے، لیکن انگریز راہنماؤں سے جب بھی ملتے تو درمیان میں مترجم بٹھاتے، وہ سب سمجھتے تھے کہ انگریز کیا کہہ رہا ہے لیکن مترجم کے ترجمے کے بعد جواب دیتے، انگریز کوئی لطیفہ سناتا تو سمجھ چکنے کے باوجود مترجم کے ترجمہ کرنے پر ہی ہنستے تھے، دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکیوں نے جب جاپان کو فتح کیا تو شاہِ جاپان نے ان سے ایک ہی بات کہی کہ "میری قوم سے میری زبان مت چھیننا"۔ نشے کی ماری ہوئی چینی قوم اور جنگ میں تباہ حال جاپانی قوم اپنی زبان کی مضبوط بنیادوں کے باعث آج دنیا میں صف اول کی ترقی یافتہ قوم شمار ہوتی ہیں جبکہ انگریز کی تیار کردہ غلامانہ مصنوعی قیادت کے مقروض لچھوں نے آج پاکستان کو ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل رکھا ہے، قوم پوری شدت سے چاہتی ہے کہ مقابلے کے امتحانات قومی زبان میں منعقد کئے جائیں، ابتدائی تعلیم مادری و علاقائی زبان میں اور ثانوی و اعلیٰ تعلیم قومی زبان میں دی جائے، مادری، علاقائی اور قومی زبانوں کے ادباء و شعراء محققین کی سرکاری سرپرستی کی جائے، دیگر زبانوں کی کتب کا قومی و علاقائی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے، تاکہ ہماری قوم اندھیروں سے نکل کر وقت کے ساتھ ساتھ دنیا میں اپنا آپ منوا سکے۔

☆......☆......☆

مسائل کو ترجیح دینے میں مصنفین کا طریقہ کار

علامہ قاضی خانؒ کے فتاویٰ میں جو اقوال سب سے پہلے مذکور ہیں ان کو دوسرے اقوال پر ترجیح حاصل ہے کیونکہ خود مصنف فتاویٰ کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں، "جن مسائل میں متاخرین فقہاء کے بہت سے اقوال ہیں، میں نے ان میں سے ایک یا دو قول کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے اور اس قول کو سب سے پہلے ذکر کیا ہے جو اظہر ہے اور مشہور قول سے ابتداء کی ہے خواہش مندوں کی ضرورت پوری کرتے ہوئے اور رغبت کرنے والوں پر آسانی کرتے ہوئے"۔

ہدایہ اور اس کی شروح، کنز الدقائق کی شروحات، بدائع الصنائع وغیرہ کتابوں میں نقل اقوال کے وقت مصنفین کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ امام اعظم کے قول کو آخر میں ذکر کرتے ہیں، پھر ہر قول کی دلیل کو ذکر کرتے ہیں پھر امام صاحب کے قول کی دلیل اس انداز سے ذکر کرتے ہیں کہ وہ دیگر حضرات کے جوابات پر مشتمل بھی ہوتی ہے، مصنفین کا یہ انداز بذات خود امام صاحب کے قول کی ترجیح ہے مگر یہ کہ وہ حضرات کسی اور قول کی ترجیح کو بیان کریں۔

(شرح عقود رسم المفتی: ۱۴۵، ۱۴۶، دار الکتاب)